Mohi-ud-Din Journal of Islamic Studies (MJIS)
ISSN 3007-3820 (Print) | 3007-3812 (Online)
(January-June) 2025, 3:2 (53-67)

محی الدین جرنل آف اسلامک اسٹڈیز
(جولائی–دسمبر ۲۰۲۵)،۳:۲

سیرت رسول اکرم ﷺ کی روشنی میں مسلم معاشرے میں بین المذاہب ہم آہنگی کی عصری جہات

Contemporary Dimensions of Interfaith Harmony in Muslim Society in the Light of Sīrah of the Prophet Muhammad (peace be on him)

Dr. Muhammad Ajmal Farooq[a]

[a] Lecturer, Islamic Research Institute, International Islamic University, Islamabad (IIUI), Pakistan
Corresponding author Email: ajmal.farooq@iiu.edu.pk

How to cite: Dr. Muhammad Ajmal Farooq " Contemporary Dimensions of Interfaith Harmony in Muslim Society in the Light of Sīrah of the Prophet Muhammad (peace be on him)" *Mohi-ud-Journal of Islamic Studies* 3, no. 2 (2025): 53-67.

ABSTRACT

This study explores the contemporary dimensions of interfaith harmony in Muslim societies through the lens of the prophetic biography (Sīrah) of Prophet Muhammad ﷺ. Despite the geographic and social proximity of diverse religious communities, a lack of mutual understanding and tolerance continues to threaten societal cohesion and global peace. The article argues that the Prophetic model offers a comprehensive and timeless framework for fostering peaceful coexistence and interreligious dialogue. Drawing upon historical instances such as the Constitution of Madinah, the Treaty of Najran, and other Sīrah-based examples the study highlights the Prophet's principles of mutual respect, religious freedom, non-coercion in faith, and equitable treatment of non-Muslim minorities. The research examines how these principles can be actualized in the contemporary context to counter extremism and promote a welfare-oriented society. Furthermore, the article proposes that fostering shared moral values and common human dignity through dialogue and social integration is essential for maintaining peace and justice in Muslim-majority societies. It concludes by offering policy-level recommendations for scholars, media professionals, and religious leaders to enhance interfaith understanding in accordance with Islamic ethical teachings.

Keywords: *Sīrah, Interfaith harmony, Muslim society, tolerance, Treaty of Najran, pluralism, radicalism.*

Mention in the table a brief sketch of Second author's Contribution:- (Maximum two Authors allowed only)

C

All Contents of this publication is copyrighted and property of *Mohi-ud-Din Journal of Islamic Studies*, and restricted to commercial use. It allows Research uses only, provided that original author(s) and sources should be credited with a proper academic referencing.

1. تعارف

معاشرہ انسانوں کے مجموعے کا نام ہے جس میں ہر رنگ، نسل اور مذہب کے لوگ اپنی زندی استوار کرتے ہیں، جس میں محبت، الفت اور باہم تعاون کی صورت کے ساتھ ساتھ نفرت، شر اور باہم جھگڑے رونما ہو سکتے ہیں۔ مگر ان دونوں جہتوں میں سے انسان خیر، محبت اور ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی والی جہت کو زیادہ بہتر طور پر اختیار کرتا ہے۔ انسانوں کی تخلیق کے بعد زمین پر اِن کی آبادکاری اور دین کے انتخاب کے معاملے میں اللہ نے آزادی رکھی ہے۔ اس آزادی کی وجہ سے دنیا میں انسانوں کی تقسیم مسلم اور غیر مسلم کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے، اب جس علاقے میں زیادہ لوگ دین اسلام کے پیروکار ہوں گے تو وہاں مسلم معاشرہ وجود میں آئے گا مگر اس کے ساتھ چوں کہ اُس علاقے میں غیر مسلم لوگوں کا وجود بھی ممکن ہے تو وہاں مسلم معاشرے میں غیر مسلم بھی اقلیت میں رہتے ہوں گے۔ یہ تقسیم کار جدید دور میں گلوبل دنیا کی تیز رفتار ترقی کی وجہ سے بہت تیزی سے پھیل رہی ہے تو اس لحاظ سے انسانوں کا باہم تعلق معاشرت کے مسائل اور چیلنجز کی وجہ سے بھی مختلف نوعیتیں رکھتا ہے۔

اِن میں سے ایک بڑا چیلنج جدید دور کے مسلم معاشرے میں غیر مسلم کے ساتھ ربط اور تعلق ہے۔ انسانوں کے اجتماعی معاشرے میں ذاتی اختلافات کے باوجود کسی کے ساتھ حسن سلوک کرنا انسانی رویے میں ذاتی پسند اور نا پسند کی بنیاد پر استوار کیا جاتا ہے۔ حالاں کہ اسلام نے اس کو ذاتیات سے ہٹا کر دین کے ساتھ جوڑا ہے۔ اسلام نے کائنات میں انسان کا بنیادی امتیاز واضح کیا ہے کہ وہ انسانی تہذیب کا حصہ ہے اسی سے اسلام کے اندر عالمگیریت، عالمی بھائی چارہ اور عالمی خیر سگالی کے مثبت اوصاف موجود ہیں۔ قرآن میں یا ایّھا النّاس کا خطاب عالم گیر معاشرے کی عکاسی کرتا ہے، مگر یہ انسانی امتیاز دین کے قبولیت ورد میں رکاوٹ نہیں بنتا، بل کہ مزید اس میں تنوع پیدا کرتا ہے۔

دین اسلام کی قبولیت کے بعد انسانوں کا یہ گروہ ایک مسلم معاشرے کی تخم ریزی، اپنے خالق کی پہچان اور دیگر انسانوں کے ساتھ مثبت روابط کو ترقی دینے کے لیے زیادہ فکر مند ہوتا ہے، کیوں کہ ایک مسلمان اپنے معاشرے میں دین اسلام کے تعلیماتی ڈھانچے کو پوری طرح لاگو کرنے کی خواہش رکھتا ہے، جس میں مسلمانوں کے علاوہ دیگر لوگ بھی شامل ہوتے ہیں۔ اب وہ لوگ چوں کہ انسانی تقسیم میں آنے کی وجہ سے اُس معاشرے کا حصہ ہو سکتے ہیں مگر مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے ایک معاشرے کے دو گروہوں کے درمیان افہام و تفہیم پیدا کرنا ضروری ہے۔ جس

کے لیے دین اسلام نے مسلمانوں کو احکامات و تعلیمات دی ہیں جس پر عمل پیرا ہو کر وہ اپنے معاشرے کو بہتر انسانی معاشرہ بنا سکتے ہیں۔

اس لیے مقالہ ھذا میں معاصر مسلم معاشرے میں رہنے والے دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے لیے بین المذاہب ہم آہنگی کی جدید جہات کو بیان کیا جائے گا، اس سلسلہ میں پیش آمدہ مسائل اور چیلنجز کو ذکر کیا جائے گا۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت سے رہ نمائی کے ذریعے عملی پہلو کو بھی بیان کیا جائے گا۔

2. دین اسلام کی معاشرتی ارتقا سے متعلق تعلیمات

دین دراصل انسانی معاشرے کو بنیادی قوانین مہیا کرتا ہے جن کی بناء پر انسان ایک دوسرے کے ساتھ نہ صرف رشتوں اور تعلقات میں منسلک ہوتے ہیں بلکہ باہم مساویانہ اور عدل وانصاف پر مبنی حقوق و فرائض کی وصولی اور ادائیگی بھی حاصل کرتے ہیں۔ جو کچھ بھی تہذیب و ثقافت اور رسم و رواج کی تعمیر و ترقی کے لیے درکار ہوتا ہے اس کا واحد ذریعہ مذہب ہے۔ انسانی زندگی کی مختلف جہتوں کے تعین کا مرکز مذہب ہی ہے چاہے اس کا تعلق اخلاق و عادات سے ہو، معاشرتی معاملات سے ہو، سیاست و آئین سے ہو، تہذیب وشائستگی پر مبنی معاشرتی اقدار سے ہو یا علم و فلسفہ سے متعلقہ ہو، مذہب ان تمام پہلوؤں کا عکاس ہوتا ہے۔ مذہب دراصل ان ہدایات اور احکامات کا نام ہے جو وقتاً فوقتاً اللہ تعالی اپنے انبیاء کے ذریعے اپنے بندوں کے لیے بھیجتا ہے اور جن پر عمل پیرا ہو کر انسان نہ صرف اس دنیا بلکہ اُخروی دنیا میں بھی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ اور قرون اولی کے ادوار میں مال و جان کے تحفظ کے ساتھ اقلیتوں کو سماجی، تعلیمی اور اجتماعی معاملات کی مکمل آزادی تھی بلکہ انہوں نے اپنے ہم مذہبوں کی حکومتوں سے نکل کر اسلامی حکومت میں آکر سکون اور امن کی زندگی بسر کی۔ لیکن انسانیت جس قدر مذہب سے دور ہوتی جا رہی ہے اتنی ہی غیر مہذب انداز اپناتی جا رہی ہے۔ جدید معاشروں میں محبت، امن و سکون، رواداری اور قوت برداشت ناپید ہوتی جا رہی ہے اور نہ صرف مذہب کے نام پر ایک دوسرے کے حقوق سلب کیے جا رہے ہیں بلکہ مذہب ہی کی بنیاد پر انسان انسان کا گلا کاٹ رہا ہے حالانکہ کوئی مذہب بھی بلاوجہ قتل و غارت اور فساد فی الارض کی اجازت نہیں دیتا۔

اسلامی نقطہ نظر میں مذہب کسی خاص ارتقائی عمل کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ مختلف اوقات اور ادوار میں انبیاء کے تسلسل اور احکامات الہیہ کے نزول کا نام ہے جس کی ابتداء حضرت آدم سے ہے اور انتہاء آخر الزمان نبی اکرم ﷺ کی ذات قدسیہ ہے۔ لہٰذا، اس میں کوئی شک نہیں کہ عقائد سماوی جو انبیاء پر نازل ہوئے، ایک ہی تھے۔

جیسا کہ شریعتوں کے مبادی عامہ اور اصول اخلاق ایک ہی تھے۔ پس جو موسیٰ لے کر آئے تھے وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ لہٰذا تمام انبیاء بنیادی عقائد اور تمام معاملات کی اساسیات میں متحد و مشترک تھے۔

قرآن میں کئی مقامات پر اس امر کو بیان کیا گیا ہے:

﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِۦ نُوحًا وَٱلَّذِيٓ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ وَمَا وَصَّيۡنَا بِهِۦٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰٓۖ أَنۡ أَقِيمُواْ ٱلدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُواْ فِيهِۚ﴾[1]

(اسی نے تمہارے لئے دین کا وہی رستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے کا) نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمد ﷺ) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔)

اس طرح کی قرآنی تعلیمات تمام سابقہ ادیان و مذاہب میں موجود رہی ہیں جن کے مطابق انسان کے ساتھ انسان کا عمومی تعلق بہ حیثیت انسان ہونے کے ہے اب اس تعلق کے جو تقاضے دین اسلام نے بیان کیے ہیں اُن پر سابقہ ادیان کی الوہی تعلیمات بھی متفق ہیں۔ مزید ان مبادی اصولوں کے متفق ہونے کی اہمیت کا اندازہ اس آیت سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدی کو ان انبیاء اور ان کی تعلیمات پر ایمان لانے کی تاکید کی ہے:

﴿قُلۡ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ عَلَيۡنَا وَمَآ أُنزِلَ عَلَىٰٓ إِبۡرَٰهِيمَ وَإِسۡمَٰعِيلَ وَإِسۡحَٰقَ وَيَعۡقُوبَ وَٱلۡأَسۡبَاطِ وَمَآ أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَٱلنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمۡ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ أَحَدٖ مِّنۡهُمۡ وَنَحۡنُ لَهُۥ مُسۡلِمُونَ﴾[2]

(کہو کہ ہم خدا پر ایمان لائے اور جو کتاب ہم پر نازل ہوئی اور جو صحیفے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اترے اور جو کتابیں موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے انبیاء کو پروردگار کی طرف سے ملیں، سب پر ایمان لائے، ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (خدائے واحد) کے فرماں بردار ہیں۔)

---

[1] ۔ القرآن 42: 13۔

[2] ۔ القرآن 3: 84۔

معاصر دور میں بین المذاہب ہم آہنگی، قربت اور آپس میں افہام و تفہیم کا ماحول پیدا کیے جانے کی اشد ضرورت ہے۔ غلو اور شدت پسندی کو چھوڑ کر میانہ روی کو اختیار کیا جائے۔ احترام انسانیت کی سوچ اور تعلیمات کو فروغ دیا جائے جو کہ سب کے درمیان یکساں ہیں۔ ہم آہنگی سے مراد ہر گز یہ نہیں کہ دوسرے مذاہب کے غلط عقائد و امور کو درست مان لیا جائے بلکہ رواداری کے اس پہلو کو معاشرے میں عام کیا جائے کہ جو معاملات یا عقائد، کسی ایک مذہب کے نقطہ نگاہ سے درست نہیں ہیں، ان کا احترام کرتے ہوئے ان کو برداشت کیا جائے۔

اسلام جیسا کہ اپنے نام سے ہی سلامتی والا دین ہے وہ ایسا دین ہے جو شدت پسندی اور خون ریزی جیسے افعال سے منع کرتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ہم آہنگی، محبت، اخلاص، امن و سلامتی، احترام انسانیت اور صبر و تحمل کا داعی نہ ہو؟

اب ہم ان بنیادی انسانی تعلیمات کا الہامی کتب کی روشنی میں جائزہ لیتے ہیں جو مشترکہ حیثیت کی حامل ہیں۔

وہ آیت جس میں اللہ تمام اہل کتاب کو قرآن میں اس بات کی ترغیب دے رہا ہے کہ ان باتوں کی طرف آؤ جو تم سب میں یکساں ہیں۔ اس میں پہلی اور اہم بات اللہ کی توحید، اس کا یکتا ماننا اور اس پر ایمان لانا ہے۔ اسی ایک ذات کے آگے سجدہ کرنا اور اسی کو معبود تصور کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ تَعَالَوۡاْ إِلَىٰ كَلِمَةٖ سَوَآءِۭ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ أَلَّا نَعۡبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ﴾[3]

(اے اہل کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے دونوں کے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ وہ یہ کہ خدا کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں۔)

اسلام نے ہم آہنگ انسانی تعلیمات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی اشارہ ہے کہ جو تمہارے درمیان مشترکات ہیں اُن کی طرف تمہارا میلان زیادہ اور تیز ہوتا ہے جس سے تمہارا آپس کا تعلق مضبوط ہو گا اور آپس میں محبت و الفت سے زندگی بسر کرنا آسان ہو گا۔ پھر آپس میں میلان پیدا کرنے کے لیے مشترکات کو مقدم رکھنا اور اختلافات سے کنارہ کشی کرنے کی کوشش کرنا یہ الوہی اندازِ معاشرت بھی ہے۔

پیار و محبت اور انس کی تلقین انسانیت سے محبت اللہ کے دین کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے لہذا ہم مسلمانوں پر خصوصی طور پر جب کہ تمام لوگوں پر عمومی طور پر لازم ہے کہ حکم خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے اس

[3] - القرآن 3 :64۔

کے بندوں سے محبت، پیار اور حسن سلوک رکھیں، کیونکہ اللہ ان لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اس کے بندوں پر شفیق ہیں۔ اس لیے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

ارْحَمُوا مَنْ فِي الْأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ [4]

(تم اہل زمین پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔)

اس حدیث طیبہ کے مطابق یہ خطاب صرف کسی مسلم انسان کو نہیں ہو رہا بل کہ مطلق انسان کو ہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، بھلائی، احسان اور پیار و محبت اس کے کسی بھی بندے سے کیا جائے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔

مسلم معاشرے کے لیے اسلامی تہذیب و تمدن ایک امتیازی وصف ہے تو تہذیب و تمدن میں عدل و انصاف کو انسانی بنیادوں پر قائم کرنا الوہی مشن کی بنیادی اکائی ہے جسے تمام انبیا علیہم السلام نے اختیار کیا ہے کیوں کہ عدل و انصاف کامیاب معاشرے اور کسی بھی ملک میں بنیادی اساس کا درجہ رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِٱلْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ ٱلْكِتَابَ وَٱلْمِيزَانَ لِيَقُومَ ٱلنَّاسُ بِٱلْقِسْطِ﴾ [5]

(ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا۔ اور اُن پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔)

مسلم معاشرے کی یہ امتیازی خصوصیت رہی ہے کہ انسان کے ساتھ انصاف بر مبنی برتاؤ کیا جائے چاہے وہ کسی بھی مذہب کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔ جب کہ آج کے مسلم معاشرے میں اس کی زیادہ ضرورت پیش آتی ہے تاکہ مسلمان دین اسلام کی حقیقی تعلیمات کے مطابق غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ کریں، اگر اسلامی تعلیمات کے مطابق ہم آہنگی قائم کی گئی تو یہ رویے انسانی تعلقات کو مضبوط کرنے میں اہم کردار ادا کریں گے۔

اسلام نے ایک مسلمان کو یہ اختیار ضرور دیا ہے کہ اگر کسی کو اصلاح کی طرف بلانا مقصود ہو تو یقیناً حکمت، نرمی اور احسن انداز کے ساتھ پیغام الٰہی کا دوسروں تک پہنچایا جائے۔

﴿ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ﴾ [6]

---

[4] ۔ ولی الدین خطیب تبریزی، مشکوۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، حدیث: 4969 (بیروت: المکتب الاسلامی، 1985ء)، 3 : 1387۔

[5] ۔ القرآن، 57: 25

((اے پیغمبر ﷺ)لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ۔)

قرآنی اسلوب سے یہ بات کافی واضح ہے کہ کسی فرد کو جبر واکراہ کے ذریعے قبول اسلام پر مجبور کرنا قرآنی اخلاقیات کے اصولوں کے خلاف ہے:

﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَن فِي ٱلۡأَرۡضِ كُلُّهُمۡ جَمِيعًاۚ أَفَأَنتَ تُكۡرِهُ ٱلنَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُواْ مُؤۡمِنِينَ﴾ [7]

(اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔ تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں۔)

اسی بات کو مزید واضح کرتے ہوئے اللہ کریم نے ارشاد فرمایا:

﴿لَآ إِكۡرَاهَ فِي ٱلدِّينِ﴾ [8]

یعنی ("دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے")

آزادی مذہب اور رائے کا بنیادی اصول بھی اسی طرف ہی راہنمائی کرتا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے جب ہجرت فرمائی اور مدینہ کو ریاست کے طور پر منظم کیا تو اس کے استحکام کے لیے کئی معاہدات کیے۔ ان میں سے ایک معاہدہ جس کو میثاق مدینہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور اس کی اہمیت کا انکار نہیں۔ جس میں نبی اکرم ﷺ نے واضح طور پر اعلان فرمایا کہ مذہبی معاملات میں یہود مدینہ کو کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں ہے بلکہ مذہبی آزادی کا ان کو پورا پورا حق حاصل ہے۔ معاہدہ کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

لليهود دينهم و للمسلمين دينهم [9]

(یہود کے لیے ان کا دین اور مسلمانوں کے لیے ان کا دین۔)

اس مذہبی آزادی کو مکی دور میں نہیں بل کہ نبوی مدنی دور میں اعلان کیا گیا تا کہ یہ تاریخ کا حصہ رہے کہ جب مسلم معاشرے کی تشکیل کی جارہی تھی تو اس کی بنیاد انسانی تہذیب اور انسانی ہم آہنگ رویوں سے کی جارہی تھی تا کہ بعد

---

[6]۔ القرآن 16 :125

[7]۔ القرآن 10 :99

[8]۔ القرآن 02 :256

[9]۔ عبد الملک ابن ہشام ، **السيرة النبوية** ، تحقيق۔ طه عبد الرءوف سعد (مصر:شركة الطباعة الفنية المتحدة، س ـن)، 2:107۔

میں وجود پانے والے مسلم معاشرے کے لیے یہ رہ نما اصول رہیں اور اسی پہلو کا اظہار قرآن میں بھی واضح الفاظ میں نظر آتا ہے۔

﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾[10]

(تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر۔)

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ دین کی قیم بنیادیں اس وقت مضبوط ہوں گی جب دوسرے دین کے وجود کو تسلیم کیا جائے گا۔ اس سے معاشرے میں افہام و تفہیم کی فضا قائم ہو گی اور قربت بڑھنے سے ایک دوسرے کو نزدیک سے سمجھنے کا موقع ملے گے۔ مزید برآں اسلامی تاریخ میں یہی فہم و سوچ تھی جس کی بناء پر حضرت عمر فاروق اپنے نصرانی غلام، اسق کو، اسلام پیش کرتے وہ انکار کر دیتا۔ آپ کہتے خیر تیری مرضی، اسلام جبر سے روکتا ہے۔[11]

3. بین المذاہب ہم آہنگی کی عصری جہات: سیرت کی روشنی میں

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی زندگی میں تمام انسانوں کے لیے بہترین رہ نمائی ہے یہ ایسا اسوہ ہے جس میں کوئی عیب نہیں ہے بل کہ لوگوں کے لیے اس میں بھلائی ہے۔ حتی کہ آپ نے دوسروں کو بھی تلقین فرمائی ہے۔"خير الناس من ينفع الناس[12]۔یعنی "لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو انسانوں کو نفع پہنچاتا ہے"۔

دین اسلام کی تبلیغ کا بنیادی مقصد ایسے پاکیزہ معاشرے کی تشکیل ہے جو خیر و فلاح سے عبارت ہو اور جس میں بدی اور تخریب کاری کا شائبہ نہ ہو اور انسانیت کی سب سے بڑی خیر خواہی اس کے لیے ابدی سعادت مندی کی تلاش ہے اور اسلام پوری انسانیت کا خیر خواہ ہے، آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

الدِّينُ النَّصِيحَةُ[13]

---

[10] ۔ القران109: 6 ۔

[11] ۔ عماد الدين ابن كثير، **تفسير القرآن العظيم**، تحقيق۔محمد حسين شمس الدين (بيروت: دار الكتب العلمية، 1419 ھ)، 522:1۔

[12] ۔ على بن حسين بندى ، **كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال** ، كتاب المواعظ والرقائق والخطب والحكم من قسم الأفعال ، فصل في جامع المواعظ والخطب: خطب النبي صلى الله عليه وسلم ومواعظه (بيروت: مؤسسة الرسالة،1981ء)،128:16 ، حديث44154۔

(دین (اسلام) خیر خواہی ہے۔)

تو اس طرح مسلم معاشرے کی ہر اکائی مطلب ہر مسلمان دوسروں کے لیے سراپا خیر ہے، اس سے دوسرے لوگ بھلائی حاصل کرتے ہیں اور وہ خود بھی دوسروں کو بھلائی دینے کے لیے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ اس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہتے ہیں۔

سیرت سے مزید عملی مثالیں بھی پیش کی جا سکتی ہیں جیسا کہ چھٹی صدی عیسوی میں، ابتداء وحی کے وقت نہ صرف ورقہ بن نوفل بلکہ مسیحی علما کی ایک جماعت تھی جو مکہ میں رہائش پذیر تھے۔ قریش اپنے دینی معاملات میں اُن سے رہنمائی لیتے تھے۔[14] اسی سبب سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پہلی وحی کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئی تھیں یہ ایک تاریخی ثبوت ہے کہ وحی سے متعلق پہلی واقفیت اور آگاہی رسول اللہ ﷺ کو ایک عیسائی عالم نے دی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ کے اعلان نبوت کے وقت مکہ میں مختلف الادیان معاشرہ تشکیل پا رہا تھا تو آپ نے نہ صرف غیر مسلم افراد سے اپنا تعلق قائم رکھا بل کہ اُن کے علما کو عزت عطا کرنے کا عملی درس دیا ہے۔

ہجرتِ حبشہ کے موقع پر جب حضرت جعفر بن اَبی طالب رضی اللہ عنہ کو نجاشی نے اپنے دربار میں دینِ اسلام کی تعریف کرنے کے لیے کہا تو ابن ھشام کے مطابق، نجاشی نے اس وقت اساقف (عیسائی علمأ کی ایک جماعت) کو اپنے دربار میں طلب کر لیا، وہ اپنے مصاحف لے کر آئے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے قرآنی اُیات کی تلاوت کی، جسے سن کر نجاشی بھی رویا جس سے اسکی داڑھی تر ہو گئی اور اساقف بھی روئے جس سے انکے مصاحف کے اوراق گیلے ہو گئے۔[15] تب نجاشی نے آزادی سے مسلمانوں کو حبشہ میں رہنے کی اجازت دی۔ یہ ایک عہد نبوی کی مسلم و غیر مسلم پرُامن معاشرت کی عظیم مثال ہے۔ نجاشی کی فتح یابی کے لیے مسلمان دعائیں کرتے ہیں اور جب وہ فتح حاصل کر لیتا ہے تو مسلمان خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

---

[13] ۔ ابو عیسی محمد بن عیسی ترمذی ، **سنن الترمذي** ، كتاب البر والصلة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ، باب ما جاء في النصيحة،(مصر : شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي،1975ء)، 4: 324، حديث: 1962۔

[14] ۔ ابن هشام،السيرة النبوية، 1: 223.

[15] ۔ ايضا، 1 :332۔

مسلمانوں کی حبشہ میں پُرامن معاشرت اور تبلیغ کے اثرات نجران تک پہنچ گئے۔ سیرتِ ابنِ ھشام میں، ابن اسحاق کے حوالہ سے مذکور ہے کہ اہلِ نجران سے بیس افراد کے قریب نصاریٰ کا ایک وفد[16] جن کا حبشہ کی طرف آنا جانا تھا رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور قرآن کی آیات بینات کو سن کر مسلمان ہوئے جب ابو جہل نے مداخلت کی تو انہوں نے جواب دیا:- سلام عليكم، لا نجاهلكم، لنا ما نحن عليه، ولكم ما أنتم عليه [17] تم پر سلامتی ہو ہم تمہارے بارے میں ناواقف نہیں ہیں، ہم جس پر ہیں وہ ہمارے لیے ہے اور تم جس پر ہو وہ تمہارے لیے ہے-ابن ہشام لکھتے ہیں اللہ رب العزت نے تب یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ﴾[18]

(اور جب وہ کوئی بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، تم پر سلامتی ہو ہم جاہلوں (کے فکر و عمل) کو (اپنانا) نہیں چاہتے۔)

پیغمبرِ اسلام ﷺ جب مدینہ میں اسلامی معاشرہ تشکیل دے رہے تھے تو نجران کے مسیحی صلح کے لیے مدینہ حاضر ہوئے، طویل کلامی بحث ہوئی، بعد ازاں رسول اللہ ﷺ نے مسجدِ نبوی میں نماز ادا فرمائی، سیرتِ ابنِ ھشام کے مطابق، آپ ﷺ نے اُن کو بھی مسجدِ نبوی میں نماز ادا کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ تاریخ کی کتب میں اسے معائدہ نجران کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وفدِ نجران (جن میں مسیحی مذہبی اور سیاسی شخصیات شامل تھیں) کے ساتھ ہونے والا معاہدہ مسلم - مسیحی معاشرت کے حوالہ سے شریعت اسلامیہ کے بہت سے اصول و ضوابط کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اِسے ابنِ ھشام کے علاوہ دیگر مؤرخین نے بھی ذکر کیا ہے۔

”وَلِنَجْرَانَ وَحَاشِيَتِهَا ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ رَسُوْلِ اللهِ، عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَمِلَّتِهِمْ وَأَرْضِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ ورهبانيتهم وأساقِفَتِهِمْ وَغَائِبِهِمْ وَشَاهِدِهِمْ وَغَيْرِهِمْ وَبَعْثِهِمْ وَأَمْثِلَتِهِمْ، لَا يُغَيَّرُ مَا كَانُوْا عَلَيْهِ، وَلَا يُغَيَّرُ حَقٌّ مِنْ حُقُوقِهِمْ

16۔ یہ وفد مکی دور میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اُس مشہور وفدِ نجران سے پہلے آیا تھا جو مدینہ میں مباہلہ کے لیے آیا تھا۔

17 ۔ ایضا، 1 :391۔

18 ۔ القران 28 :55 ۔

وَأَمْثِلَتِهِمْ، لَا يُفْتَنُ أُسْقُفٌ مِنْ أُسْقُفِيَتِهِ، وَلَا رَاهِبٌ مِنْ رَهْبَانِيَتِهِ، وَلَا واقه مِنْ وقاهيته، عَلَى مَا تَحْتَ أَيْدِيهِمْ مِنْ قَلِيْلٍ أَوْ كَثِيْرٍ، وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ رَهَقٌ"[19]

((اللہ اور اُس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہلِ نجران اور ان کے حلیفوں کے لیے اُن کے خون، ان کی جانوں، ان کے مذہب، ان کی زمینوں، ان کے اموال، ان کے راہبوں اور پادریوں، ان کے موجود اور غیر موجود افراد، ان کے مویشیوں اور قافلوں اور اُن کے استھان (مذہبی ٹھکانے) وغیرہ کے ضامن اور ذمہ دار ہیں۔ جس دین پر وہ ہیں اس سے ان کو نہ پھیرا جائے گا۔ ان کے حقوق اور اُن کی عبادت گاہوں کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی۔ نہ کسی پادری کو، نہ کسی راہب کو، نہ کسی سردار کو اور نہ کسی عبادت گاہ کے خادم کو۔ خواہ اس کا عہدہ معمولی ہو یا بڑا۔ اس سے نہیں ہٹایا جائے گا، اور ان کو کوئی خوف و خطر نہ ہو گا۔))

اس معاہدہ کے مطابق، مسلم معاشروں میں رہنے والے تمام مسیحیوں کے مذہبی، معاشرتی اور مالی حقوق کی ذمہ داری اللہ جلّ جلالہ اور اسکے رسول ﷺ کے سپرد ہے، اِس معاہدہ کے سبب ماضی میں مسلم۔غیر مسلم معاشرت کے لیے کئی پُر امن راہیں ہموار ہوئیں اور شریعتِ اسلامیہ میں اہلِ کتاب کے حوالہ سے کئی پیچیدہ مسائل حل کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اِسی موقع پر نازل ہونے والی آیت مباہلہ کی تفسیر میں امام ابنِ جریر طبری کی یہ عبارت اس بات کی دلیل ہے کہ معاشرت کے اصول میں کسی برتر اتھارٹی کو اپنے درمیان فیصلہ کرنے والا (قاضی) مان لیا جائے، یہ اُسوقت ہوتا ہے جب اتھارٹی پر اعتماد اور یقین کی فضا قائم ہو، اُس وقت اتھارٹی پیغمبرِ اسلام ﷺ تھے۔ تبھی تو وفدِ نجران کے عیسائی سردار نے مکمل اعتماد اور یقین سے کہا۔"ولكن ابعث معنا رجلامن اصحابك ترضاه لنا يحكم بيننا في أشياء قد اختلفنا فيها من أموالنا[20] کہ اپنے اصحاب میں سے کسی ایک کو جسے آپ پسند کریں ہمارے ساتھ روانہ کیجیے کہ وہ ہمارے درمیان، جب مالی معاملات کے جھگڑے ہوں، تو فیصلہ کیا کرے۔

---

[19] ـ ابن هشام، .2 :229 ، الزهری، محمد بن سعد، **الطبقات الكبير**، (القاهرة: مكتبة الخانجي، 2001)، 249:2۔

[20] ـ الطبری، جامع البيان في تفسير القرآن، 3 :212۔

اس کے بعد جب بھی ملتِ اسلامیہ میں کسی فرمانروا کو مسیحی قوم یا دیگر اقوام کے ساتھ صلح نامہ یا معاہدہ کی ضرورت پڑی تو رسول اللہ ﷺ کے مذکورہ بالا معاہدہ نجران کی تمام جزئیات کو سامنے رکھا گیا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل بیت المقدس (ایلیا) کو جو صلح نامہ لکھ کر دیا تھا اس کے الفاظ بھی تقریباً اُسی طرح ہیں:

أعطاہم امانا لأنفسہم وأموالہم ولکنائسہم وصلبانہم وسقیمہا وبریہا وسائر ملتہا إنه لا یسکن کنائسہم ولا تہدم ولا ینتقص منہا ولا من صلبہم ولا من شيئ من اموالہم ولا یکرہون علی دینہم ولا یضار أحد منہم [21].

((ان کو امان دی ان کے جان ومال، ان کے کنیسوں، صلیبوں اور انکی ملت کے تندرستوں اور بیماروں کو ہے اور یہ امان اِن کی ساری ملت (ایلیا) کے لیے ہے۔ عہد کیا جاتا ہے کہ ان کے کنیسوں کو مسلمانوں کا مسکن نہ بنایا جائے گا اور نہ ہی ان کو منہدم کیا جائے گا۔ نہ ان کے احاطوں اور ان کی عمارتوں میں کوئی کمی کی جائے گی۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے اموال میں سے کسی چیز کو نقصان پہنچایا جائے گا ان پر دین کے معاملے میں کوئی جبر نہ کیا جائے گا اور نہ ان میں سے کسی کو ضرر پہنچایا جائے گا۔))

میثاقِ مدینہ نے ہر اسلامی مملکت کی بنیادی دستوری حیثیت میں اہم کردار ادا کیا ہے جس میں غیر مسلم (یہود) کے لیے مکمل مذہبی آزادی کی شق کو شامل کیا گیا۔ Hugh Goddard اس شق پر تبصرہ کرتا ہے۔

we have what might even in modern terms be described as quite a 'liberal' document, in the sense that it seems broadly tolerant of diversity even in matters of religion,[22].

(یہ ایک ایسی شق ہے جس کی ہم اسطرح وضاحت کر سکتے ہیں کہ یہ دورِ جدید کا 'لبرل' دستور ہے، وہ اس لیے کہ یہ دینی دائرہ کار میں رہتے ہوئے دیگر ادیان کے لیے وسیع برداشت کا اظہار کرتی ہے۔)

بظاہر یہ شق ایک مذہبی لیڈر، پیغمبر اسلام ﷺ کی طرف سے ہے لیکن اپنے دین کو بھی وہی حیثیت دی جو دوسرے گروہ کے دین کو دی، تو آپ ﷺ کا یہ لبرل دستوری انداز معاشرے کے دونوں گروہوں کو برابر کی سطح پر

---

[21] ۔ الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الأمم والملوك (بیروت: دار الکتب العلمیة، 1407ھ)، 2 :159۔

[22]. Goddard, Hugh, "A History of Christian-Muslim Relations" (Chicago: New Amsterdam Books, 2000), 30.

حقوق و فرائض سے آگاہی عطا کرتا ہے۔ اِس میں غیر مسلموں کے لیے حقوق کے ساتھ، اُنھیں فرائض کی ادائیگی کا بھی پابند بنایا گیا ہے، تاکہ ذہنی طور پر وہ اپنے آپ کو اسلامی مملکت کا شہری تصور کریں۔ جب غیر مسلم اپنے حقوق کا مطالبہ اسلامی مملکت سے کریں تو اُنھیں اپنے فرائض کی ادائیگی کا سختی سے احساس ہو، وہ اپنی مذہبی آزادی کو سامنے رکھ کر اسلامی رعایا کی مقدسات کا بھرپور احترام کریں۔ تب مسلم کمیونٹی کے افراد بھی غیر مسلم رعایا کو ملنے والی مذہبی آزادی کا دل سے احترام کریں گے۔ تو اسطرح یہ شق باہم دونوں اقوام میں برداشت اور رواداری کے لیے تخم ریزی کا کام کرتی ہے۔

4. نتائج وسفارشات

1. بین المذاہب مکالمات اور مشترکات کو فروغ دینے کے ذریعے سے امن وآشتی کا ماحول پیدا کیا جا سکتا ہے۔
2. دور جدید میں الہامی کتب کی تعلیمات کی روشنی میں انسانی حقوق کے مسائل پر کافی حد تک کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔
3. حقیقی امن وسلامتی کے لیے بلا امتیاز عدل وانصاف کے پیمانے کو لاگو کیا جائے، مقابلے میں چاہے کوئی مسلم ہو یا غیر مسلم۔ لہٰذا ظلم کے ساتھ ساتھ ہر طرح کی محرومی کا بھی ازالہ کیا جانا چاہیے۔
4. ہر مذہب آزادی رائے کی اجازت دیتا ہے بشرطیکہ اس کا مقصد وضاحت طلب کرنا یا اپنے مقصد کے لیے تبادلہ خیال کرنا ہو، نہ کہ دوسرے مذاہب کے بانیان یا الہامی کتب کی تضحیک کرنا ہو۔ ایسی آزادی رائے اور گفتگو جس سے معاشرے میں انتشار برپا ہونے کا خدشہ لاحق ہو، سے ہر ممکن پرہیز ضروری ہے۔

سفارشات

1. شرف انسانیت کا وہ مقام جو مذاہب عالم کی مذہبی کتب میں بیان کیا گیا ہے، کو نہ صرف بحال کیا جائے بلکہ معاشرتی استحکام اور رواداری کو فروغ دینے کے لیے اس پر عملی کاوشوں کو فروغ دیا جائے اور نفرت، بغض اور عداوت کو چھوڑ کر محبت اور شرف انسانیت کے مقصد پر بلا تفریق، کام کیا جائے۔
2. انسانی جان، آبرو، مال کی حفاظت اور اہمیت کو نہ صرف اجاگر کیا جائے بلکہ انسانی تذلیل پر سخت سزائیں رکھی جائیں تاکہ کوئی بھی انسانی جان کی بے حرمتی کرنے کی جرات نہ کرسکے۔

3. اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ دوسرے مذاہب کے بانیان، ان مذاہب کے ہاں مقدس سمجھی جانے والی کتب، ان کی عبادت گاہوں اور عقائد کا احترام کیا جائے۔
4. مسلمان علماء اور علوم دینیہ کے سکالرز کو چاہیے کہ خصوصی طور پر ان امور پر کام کریں جو بین المذاہب مشترک ہیں، کیونکہ ان پہلوؤں کی طرف بلانا آسان ہوتا ہے جو دونوں میں یکسانیت کا پہلو رکھتے ہوں۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ جب بھی شاہان عالم کو مکالماتی خطوط لکھتے تھے تو اس پہلو کو مد نظر رکھا کرتے تھے۔
5. دور حاضر میں علماء کو چاہیے کہ بین المذاہب مشترکہ اخلاقی و انسانی اقدار کو پروان چڑھائیں۔
6. دور حاضر میں میڈیا کے کردار کا انکار ممکن نہیں، اس لیے میڈیا کو مثبت کردار ادا کرتے ہوئے ایسے پروگرامز اور ٹاک شوز کو منعقد کرنا چاہیے جو معاشرتی امن و سکون کو بہتری کی طرف لے جائیں اور مذاہب کے ایسے افراد کو بلایا جائے، جن کی گفتگو اور شخصیت میں اعتدال پایا جاتا ہو۔
7. جذبہ خیر سگالی کے تحت بین المذاہب رواداری کے فروغ کے لیے ایسے تہواروں اور پروگراموں جو شریعت مطہرہ سے متصادم نہ ہوں، میں بھرپور شرکت کی جائے تاکہ پاکستانی معاشرے میں رہنے والی اقلیتوں کے افراد کے ساتھ محبت اور تعلق میں اضافہ ہو اور ایک دوسرے کو بہتر انداز میں سمجھا جا سکے۔

Bibliography

1. al-Qurʾān al-Karīm.
2. Khaṭīb Tabrīzī, Walī al-Dīn. *Mishkāt al-Maṣābīḥ*. Bayrūt: al-Maktab al-Islāmī, 1985.
3. Ibn Hishām, ʿAbd al-Malik. *al-Sīrah al-Nabawiyyah*. Ed. Ṭahā ʿAbd al-Raʾūf Saʿd. Egypt: Sharikat al-Ṭibāʿah al-Fanniyyah al-Muttaḥidah, s.n.
4. Ibn Kathīr, ʿImād al-Dīn. *Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm*. Taḥqīq: Muḥammad Ḥusayn Shams al-Dīn. Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1419 H.
5. Hindī, ʿAlī b. Ḥusayn al-Muttaqī. *Kanz al-ʿUmmāl fī Sunan al-Aqwāl wa al-Afʿāl*. Bayrūt: Muʾassasat al-Risālah, 1981.
6. Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā. *Sunan al-Tirmidhī*, Egypt: Sharikat Maktabat wa Maṭbaʿat Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī, 1975.
7. Zuhrī, Muḥammad b. Saʿd. *al-Ṭabaqāt al-Kubrā*. Cairo: Maktabat al-Khānjī, 2001.
8. Ṭabarī, Muḥammad b. Jarīr. *Tārīkh al-Umam wa al-Mulūk*. Bayrūt: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1407 H.
9. Goddard, Hugh. *A History of Christian-Muslim Relations*. Chicago: New Amsterdam Books, 2000.